بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامی علوم کی طرف خواتین کا بڑھتا ہوا رجحان

مدیر کے قلم سے

برصغیر اور خاص کر پاکستان کا یہ خطہ اس حوالے سے بڑا خوش قسمت واقع ہوا ہے کہ یہاں دینی علوم کی بڑی معیاری درسگاہیں، دینی مدارس کی شکل میں پائی جاتی ہیں۔ یہ دینی مدارس، سرکاری تعاون سے آزاد، عوامی امداد سے چلتے ہیں اور مخالف قوتوں کے طویل ترین پروپیگنڈے کے باوجود حیرت انگیز رفتار کے ساتھ بڑھ رہے ہیں، کسی بھی مدرسہ میں چلے جائیں وہاں تنگیٔ داماں کی شکایت ہوگی کہ طلبہ کا رجحان زیادہ اور گنجائش کم ہے، آج سے دس پندرہ سال پہلے کسی مدرسے سے فارغ ہونے والے طلبہ کی تعداد اگر سو تھی تو اب یہ تعداد تین چار سو تک پہنچی ہے، گذشتہ ایک عشرے سے لڑکیوں کے دینی مدارس بڑی تیزی کے ساتھ بڑھ رہے ہیں، ۸۰ کی دہائی کی ابتداء میں طالبات کے دینی مدارس نہ ہونے کے برابر تھے، گجرات میں مولانا عنایت اللہ شاہ صاحبؒ اور راولپنڈی میں مولانا الیاس کوہاٹی صاحب نے لڑکیوں کی دینی تعلیم کا اپنے اپنے طرز اور نصاب کا سلسلہ شروع کیا تھا، اور آس پاس علاقوں میں اس کی چند شاخیں کام کر رہی تھیں، لیکن ملک گیر سطح پر بنات کے مدارس کا رجحان نہیں تھا، یہ رجحان اس وقت بڑھا جب دینی مدارس کی سب سے بڑی تنظیم وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے مدارسِ بنات کا نصاب مرتب کر کے، ان کے امتحان اور الحاق کا سلسلہ قائم کیا۔

طالبات کے دینی علوم کا نصاب چار مراحل (عامہ، خاصہ، عالیہ، عالمیہ) پر مشتمل ہے۔ وفاق المدارس کے تحت تعلیمی سال کے پہلے مرحلے عامہ کا امتحان ۱۴۱۰ ہجری کو ہوا جس میں ملک بھر سے ۴۰۳ طالبات شریک ہوئیں اور اس سال یعنی ۱۴۲۷ھ کو اس مرحلے سے امتحان میں شریک ہونے والی طالبات کی تعداد بائیس ہزار چھتر ہے، وفاق کے تحت دوسرے مرحلے یعنی خاصہ کا امتحان ۱۴۱۲ھ کو منعقد ہوا، جس میں نوے طالبات نے شرکت کی اور اس سال اس مرحلے سے چودہ ہزار تین سو انتیس طالبات شریک ہو رہی ہیں۔ نصاب تعلیم کے تیسرے مرحلے عالیہ کا امتحان وفاق کے تحت ۱۴۱۴ھ کو پہلی بار منعقد ہوا جس میں شریک ہونے والی طالبات کی تعداد ۱۹۳ تھی، اور اس سال یہ تعداد دس ہزار آٹھ سو انسٹھ ہے ...... آخری مرحلے یعنی عالمیہ کا امتحان بھی ۱۴۱۴ھ کو پہلی مرتبہ ہوا، جس میں ۱۹۷ طالبات شریک ہوئیں، اور اس سال دینی

علوم سے فراغت حاصل کرنے والی طالبات کی تعداد آٹھ ہزار پانچ سو سینتالیس ہے، وفاق المدارس سے فاضل ہونے والی طالبات کی اب تک کی کل تعداد سینتیس ہزار آٹھ سو ساٹھ (۳۷۸۶۰) ہے اور مختلف مراحل ملا کر امتحان دینے والی طالبات کی تعداد، دو لاکھ ننانوے ہزار دو سو اٹھتر ہے۔

ان اعداد و شمار سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلامی علوم کے حصول کی طرف خواتین کے رجحان کی رفتار کس قدر تیز ہے، پھر ایک بڑی عجیب لیکن خوش آئند بات یہ ہے کہ ملک کے ان علاقوں میں جہاں دینی علوم کی طرف مردوں کا رجحان نہیں، وہاں زنانہ دینی مدارس بڑی تعداد میں وجود میں آرہے ہیں، پنجاب کے بہت سارے اضلاع ایسے ہیں جہاں بنین کا کوئی مدرسہ اور امتحانی سینٹر نہیں، لیکن بنات کے کئی مدارس اور امتحانی مراکز ہیں، اسی طرح ملک کے دور دراز دیہاتی علاقوں میں بھی بنات کے مدارس قائم ہورہے ہیں، جہاں خواتین کی تعلیم کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی، وفاق المدارس نے اس سال رجب میں ہونے والے امتحانات کے مراکز کی جو تفصیل جاری کی ہے، اس کے مطابق طالبات کے امتحان کے کل ۵۴۹ مراکز ہیں، جن میں چھپن ہزار چار سو بیاسی طالبات شریک ہوں گی، جامعہ حفصہ اسلام آباد سے شریک ہونے والی طالبات کی تعداد دو ہزار سے زائد ہے اور طالبات کے کسی بھی مرکز کی یہ سب سے بڑی تعداد ہے۔ دار القرآن فیصل آباد سے چار سو بیس، جامعہ اشرفیہ لاہور سے ۳۰۵، جامعہ خیر المدارس ملتان سے ۳۱۵، دار العلوم کبیر والا سے ۳۷۷، جامعہ باقیات صالحات لکی مروت سے ۲۲۶، جامعہ عائشہ صدیقہ پشوڑہ بٹگرام سے ۳۲۰، بنات عائشہ چارسدہ سے ۳۰۴، جامعہ صالحہ نوشہرہ سے ۳۱۲، دار العلوم کراچی سے ۲۵۱ اور جامعہ بنوری ٹاؤن سے ۴۳۸ طالبات شریک ہو رہی ہیں۔

کسی بھی معاشرے میں دین کی بنیادیں قائم اور مضبوط کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خواتین کی دینی تعلیم و تربیت کا مؤثر انتظام ہو، یہ جملہ محاورہ کی حد تک مشہور ہو چکا ہے کہ ماں کی گود بچے کی پہلی تربیت گاہ بھی ہے اور درس گاہ بھی! ماں کے خیالات، اس کے افکار، اس کے رجحانات، اس کے انداز تربیت اور اس کی تہذیب و کلچر کا اثر بچے کی زندگی پر پڑتا ہے اور ایک صالح گود کی ابتدائی تربیت ہی سے کسی معاشرے میں اچھی نسل کی افزائش ہو سکتی ہے۔

عالم اسلام اس وقت مغربی تہذیب کے حامل اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی جس یلغار کی زد میں ہے اس کے مقابلے کی ایک صورت یہ ہے کہ خالص دینی علوم کے لئے اداروں کو فروغ دیا جائے اور ان میں مسلمان بچوں اور بچیوں کو دینی تعلیم و تربیت سے روشناس کرایا جائے، طالبات کے دینی مدارس کا قیام، اس سلسلے کی خوش آئند کڑی ہے، اور شرعی حدود کی مکمل رعایت اور پورا پورا خیال رکھنے کے ساتھ، اس نیٹ ورک کو جس قدر پھیلایا اور عام کیا جائے، اس قدر اسلامی انقلاب کے لئے راہیں کھلیں گی اور ایک صالح مسلمان معاشرہ وجود میں آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ دینی تعلیم کے

حصول کے متعارف طریقہ کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے واجب علی الکفایہ قرار دیا ہے حضرت اپنی مشہور کتاب ''اصلاح انقلاب امت'' میں لکھتے ہیں:

''یہاں تین مقدمہ قابل غور ہیں، اول یہ کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے گو بالغیر سہی، دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ تجربہ سے معلوم ہوگیا ہے کہ علم کا اذہان میں قابل اطمینان درجہ محفوظ رہنا موقوف ہے کتب کے پڑھنے پر جو کہ تعلیم کا متعارف طریقہ ہے اور محفوظ رکھنا تعلیم کا واجب ہے، پس بنا بر مقدمہ اولیٰ بطریق متعارف تعلیم کا جاری رکھنا بھی واجب ہے، البتہ واجب علی الکفایہ ہے، یعنی ہر مقام پر اتنے آدمی دینیات پڑھے ہوئے ہونے چاہیں کہ اہل حاجت کے سوالوں کا جواب دے سکیں۔ تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ یہ بھی تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ مردوں میں علماء کا پایا جانا مستورات کی ضروریات دینیہ کے لئے کافی وافی نہیں ہے، دو وجہ سے، اولاً پردے کے سبب کہ وہ بھی اہم الواجبات ہے، تو سب عورتوں کا علماء کے پاس جانا قریباً ناممکن ہے اور گھر کے مردوں کو اگر واسطہ بنایا جائے تو بعض مستورات کو تو گھر کے ایسے فرد بھی میسر نہیں ہوتے اور بعض جگہ خود مردوں کو اپنے دین کا بھی اہتمام نہیں ہوتا تو وہ دوسروں کے لئے سوال کرنے کا کیا اہتمام کریں گے، پس ایسی عورتوں کو دین کی تحقیق از بس دشوار ہے، اور اگر اتفاق سے کسی کی رسائی بھی ہوگی یا کسی کے گھر میں باپ، بھائی، بیٹا وغیرہ عالم ہیں تب بھی بعض مسائل عورتیں ان مردوں سے نہیں پوچھ سکتیں، ایسی بے تکلفی شوہر سے ہوتی ہے تو سب کے شوہروں کا ایسا ہونا عادتاً ناممکن ہے تو ان کی عام احتیاج رفع ہونے کی بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ کچھ عورتیں پڑھی ہوئی ہوں، اور عام مستورات ان سے اپنے دین کی ہر قسم کی تحقیقات کیا کریں۔ پس کچھ عورتوں کا بطریق متعارف تعلیم دینا واجب ہوا''۔ (اصلاح انقلاب امت، ص: ۲۶۵)

یہاں یہ بات یاد رہے کہ عورتوں کی مستقل تعلیم کا سلسلہ عہد نبوی ہی سے جاری رہا ہے، خود حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواتین کی تعلیم و تربیت کے لئے ہفتہ میں مستقل ایک دن مقرر فرمایا تھا، عہد نبوی کے بعد، تعلیم مستقل درسوں یا درس گاہوں میں دی جانے لگی، تب مردوں کی طرح خواتین بھی ان سے فیض یاب ہوتی رہیں، محدثین اور مشایخ کی درس گاہوں میں خواتین کے لئے علیحدہ جگہ رکھی جاتی تھی جہاں بیٹھ کر عورتیں درس سنتی تھیں، خود علم حدیث میں مہارت رکھنے والی عورتوں کے درس کے حلقے بھی لگتے تھے اور ان میں نہ صرف یہ کہ خواتین شریک ہوتی تھیں، بلکہ مرد بھی شامل ہوتے تھے۔ امت کے بہت سے جلیل القدر ائمہ اور محدثین نے علم حدیث میں امتیازی شان رکھنے والی خواتین کے درس میں شریک ہوکر، احادیث کا سماع کیا ہے اور ان سے روایتیں لی ہیں۔ مولانا قاضی اطہر مبارکپوری رحمہ اللہ لکھتے

ہیں:

''حدیث کی تحصیل کے لئے محدثین اور رواۃ کی طرح محدثات وراویات نے بھی گھر بار چھوڑ کر، دور دراز ملکوں کا سفر کیا ہے اور اپنی صنفی حیثیت وصلاحیت کے مطابق غربت و بے وطنی کی زندگی بسر کر کے علم دین کی تحصیل کی ہے......ان محدثات وطالبات کے لئے محدثین اور شیوخ کی درس گاہوں میں مخصوص جگہ رہتی تھی جس میں وہ مردوں سے الگ رہ کر سماع کرتی تھیں......محدثین کی طرح محدثات بھی بعض احادیث یا کتب احادیث کی روایت میں اپنے زمانے میں منفرد ہوتی تھیں اور دوسرے معاصرین ومعاصرات کے یہاں ان کی روایت نہیں تھی، اس تفرد اور خصوصیت کی وجہ سے طلبۂ حدیث نے ان محدثات وشیخات سے خاص طور سے روایت کی......ان محدثات وشیخات سے شرف تلمذ حاصل کرنے کے لئے دور دراز ملکوں سے طلبۂ حدیث جوق در جوق حاضر ہوتے تھے، ان کی درس گاہوں میں صرف طلبہ ہی نہیں، بلکہ ائمہ اور حفاظِ حدیث بھی آ کر فیض یاب ہوتے تھے......عام طور سے محدثات اور شیخات کی مجلسِ درس، ان کے مکان میں منعقد ہوتی تھی اور طلبۂ حدیث وہیں حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے جیسا کہ خطیب بغدادی نے ان کی قیام گاہوں کی نشاندہی کی ہے، مگر ان میں کئی عالمات وفاضلات نے مختلف شہروں میں بھی درس دیا ہے اور دینی علوم کو چلتے پھرتے عام کیا ہے......''۔

قاضی صاحب نے باحوالہ ان محدثات کا اجمالی تعارف بھی پیش کیا ہے اور جن ائمہ اور محدثین نے ان سے استفادہ کیا ہے، ان کے نام بھی لکھے ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ طالبات کے دینی مدارس دین میں نئی راہ نکالنے اور کسی بدعت کے زمرے میں نہیں آتی، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد سے لے کر آج تک مختلف صورتوں اور شکلوں میں اس کی اصل موجود رہی ہے۔ البتہ طالبات کے دینی مدارس کی طرف رجوع اور مقبولیت کی وجہ سے بعض ایسے لوگوں نے بھی زمامِ اہتمام اپنے ہاتھ میں لے لیا، جو کسی بھی طرح اس منصب کے اہل نہیں، وہ شرعی حدود وشرائط کی رعایت کے بغیر دو چار کمروں کے گھر پر ''مدرسۃ للبنات'' کا بورڈ آویزاں کر دیتے ہیں اور یوں مدرسہ قائم ہو جاتا ہے، جہاں حدود شریعت کی پاسداری ہوتی ہے نہ تربیت کا انتظام ہوتا ہے، پھر وہاں سے خلاف شرع رویوں کی صدائے باز گشت سنائی دیتی ہے! کسی کی نظر سے یہ حقیقت اوجھل نہیں رہنی چاہیے کہ دین کی وہی محنت کامیاب اور بارآور ہوتی ہے جو دین کے اصولوں اور آداب کے مطابق ہو، اس رعایت کے بغیر جو محنت کی جائے گی، اس سے خیر کے چشمے نہیں، شر کے شرارے پھوٹیں گے!!

☆......☆......☆